

نقشہ ہی پلٹ گیا اور یہ نتیجہ نکلا کہ شکست کے بعد مسلمان فتح مند ہو گئے اور پرچم اسلام سر بلند ہو گیا، ہزاروں کفار گرفتار ہو گئے اور بہت سے تلوار کا لقمہ بن گئے اور بے شمار مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور کفار عرب کی طاقت و شوکت کا جنازہ نکل گیا۔

جنگ حنین میں مسلمانوں کے اپنی کثرت تعداد پر غرور کے انجام میں شکست اور پھر فتح و نصرت کا حال خداوند ذوالجلال نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے ذکر فرمایا ہے کہ

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۖ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۖ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمْ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ۖ ثُمَّ وَلَّيْتُمُ مُدْبِرِينَ ﴿٣٥﴾ ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿٣٦﴾ (پ ۱۰، التوبہ: ۲۵)

ترجمہ کنزالایمان: بے شک اللہ نے بہت جگہ تمہاری مدد کی اور حنین کے دن جب تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے تو وہ تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین اتنی وسیع ہو کر تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ دے کر پھر گئے پھر اللہ نے اپنی تسکین اتاری اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اور وہ لشکر اتارے جو تم نے نہ دیکھے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے۔

جنگ حنین کا یہ واقعہ دلیل ہے کہ مسلمانوں کو میدان جنگ میں فتح و کامرانی فوجوں کی کثرت اور سامان جنگ کی فراوانی سے نہیں ملتی۔ بلکہ فتح و نصرت کا دار و مدار درحقیقت پروردگار کے فضل عظیم پر ہے۔ اگر وہ رب کریم اپنا فضل عظیم فرمادے تو چھوٹے سے چھوٹا لشکر بڑی سے بڑی فوج پر غالب ہو کر مظفر و منصور ہو سکتا ہے اور اگر اس کا فضل و کرم شامل حال نہ ہو تو بڑے سے بڑا لشکر چھوٹی سے چھوٹی فوج سے مغلوب ہو کر شکست کھا جاتا ہے۔ لہذا مسلمانوں کو لازم ہے کہ کبھی بھی اپنے لشکر کی کثرت پر اعتماد نہ رکھیں بلکہ ہمیشہ خداوند قدوس

کے فضل و کرم پر پھر وسر کھیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## ﴿۲۱﴾ غارِ ثور

ہجرت کی رات حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت خانہ سے نکل کر مقام ”حزورہ“ کے پاس کھڑے ہو گئے اور بڑی حسرت کے ساتھ ”کعبہ مکرمہ“ کو دیکھا اور فرمایا کہ ”اے شہر مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ پیارا ہے اگر میری قوم مجھ کو تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا اور کسی جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پہلے ہی قرار داد ہو چکی تھی، وہ بھی اسی جگہ آ گئے اور اس خیال سے کہ کفار ہمارے قدموں کے نشان سے ہمارا راستہ پہچان کر ہمارا پیچھا نہ کریں پھر یہ بھی دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے نازک زخمی ہو گئے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور اس طرح خاردار جھاڑیوں اور نوک دار پتھروں والی پہاڑیوں کو روندتے ہوئے اسی رات غارِ ثور پہنچے۔

(مدارج النبوة، بحث ”غارِ ثور“ ج ۲، ص ۵۸)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے خود غار میں داخل ہوئے اور اچھی طرح غار کی صفائی کی اور اپنے کپڑوں کو پھاڑ پھاڑ کر غار کے تمام سوراخوں کو بند کیا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غار کے اندر تشریف لے گئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گود میں اپنا سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سوراخ کو اپنی ایڑی سے بند کر رکھا تھا سوراخ کے اندر سے ایک سانپ نے بار بار یارِ غار کے پاؤں میں کاٹا۔ مگر جاں نثار نے اس خیال سے پاؤں نہیں ہٹایا کہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوابِ راحت میں خلل نہ پڑ جائے۔ مگر درد کی شدت سے یارِ غار کے آنسوؤں کی دھار کے چند قطرات سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار پر نثار ہو گئے۔ جس سے رحمتِ عالم بیدار ہو گئے اور اپنے یارِ غار کو روتا دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ پوچھا ابوبکر کیا ہوا؟ عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے سانپ نے کاٹ لیا ہے یہ سن

کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا، جس سے فوراً ہی سارا درد جاتا رہا اور زخم بھی اچھا ہو گیا۔ تین رات حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس غار میں رونق افروز رہے۔ کفار مکہ نے آپ کی تلاش میں مکہ کا چپہ چپہ چھان مارا۔ یہاں تک کہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غارِ ثور تک پہنچ گئے مگر غار کے منہ پر حفاظتِ خداوندی کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ یعنی غار کے منہ پر کڑی نے جالاتن دیا تھا اور کنارے پر کبوتری نے انڈے دے رکھے تھے یہ منظر دیکھ کر کفار آپس میں کہنے لگے کہ اگر اس غار میں کوئی انسان موجود ہوتا تو نہ مکڑی جالاتنی، نہ کبوتری یہاں انڈے دیتی۔ کفار کی آہٹ پا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کچھ گھبرا گئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اب ہمارے دشمن اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر وہ اپنے قدموں پر نظر ڈالیں گے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا (پ ۱۰، التوبہ: ۴۰)

مت گھبراؤ، خدا ہمارے ساتھ ہے۔

پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر سیکھنے اتر پڑا کہ وہ بالکل ہی مطمئن اور بے خوف ہو گئے اور چوتھے دن یکم ربیع الاول دوشنبہ کے روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غار سے باہر تشریف لائے اور مدینہ منورہ کو روانہ ہو گئے۔ اس غارِ ثور کے واقعہ کو قرآن مجید نے ان لفظوں میں بیان فرمایا ہے:

إِلَّا تَتَضَرَّعُوا فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذَا خَرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِي اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ٥٠

(پ ۱۰، التوبہ: ۴۰)

**ترجمہ کنزالایمان:** اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بیشک اللہ نے ان کی مدد فرمائی جب کافروں کی شرارت سے انہیں باہر تشریف لے جانا ہوا صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھائیں اللہ ہمارے ساتھ ہے تو اللہ نے اس پر اپنا سیکہ اتارا اور ان فوجوں سے اس کی مدد کی جو تم نے نہ دیکھیں اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اللہ ہی کا بول بالا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

**درس ہدایت:-** یہ آیت اور غارِ ثور کا واقعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت اور ان کی محبت و جاں نثاری رسول کا وہ نشانِ اعظم ہے جو قیامت تک آفتابِ عالمتاب کی طرح درخشاں اور روشن رہے گا۔ کیوں نہ ہو کہ پروردگار نے انہیں اپنے رسول کے ”یارِ غار“ ہونے کی سند مستند قرآن میں دے دی ہے جو کبھی ہرگز ہرگز نہیں مٹ سکتی ہے۔

سبحان اللہ! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ وہ فضل و شرف ہے جو نہ کسی کو ملا ہے نہ کسی کو ملے گا۔

مرتبہ حضرت صدیق کا ہو کس سے بیاں  
ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

## ﴿۲۲﴾ مسجدِ ضرار جلا دی گئی

منافقین کو یہ تو جرات ہوتی نہ تھی کہ علانیہ اسلام کی مخالفت کرتے۔ مگر وہ لوگ درپردہ اسلام کی تیغ کشی میں ہمیشہ مصروف رہتے اور اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ مسلمانوں میں اختلاف اور پھوٹ ڈال کر اسلام کو نقصان پہنچائیں۔ چنانچہ اس مقصد کی تکمیل کے لئے جہاں ان بے ایمانوں نے دوسری بہت سی فتنہ سامانیاں برپا کر رکھی تھیں، ان میں سے ایک واقعہ رجب ۹ھ میں بھی رونما ہوا جو درحقیقت نہایت ہی خطرناک سازش تھی۔ مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ عز و جل نے منافقین کی اس خوفناک مہم سے بذریعہ وحی آگاہ فرما دیا اور دشمنان

اسلام کی ساری اسکیموں پر پانی پھر گیا۔

اس کا واقعہ یہ ہے کہ رجب ۹ھ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی کہ ”تبوک“ کے میدان میں جو مدینہ منورہ سے چودہ منزل پر دمشق کے راستہ پر واقع ہے۔ ”ہرقل“ شاہِ روم مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے لشکر جمع کر رہا ہے آپ نے عرب میں سخت گرمی اور قحط کے باوجود جہاد کے لئے اعلان فرمادیا اور مسلمان جوق در جوق شوقِ جہاد میں مدینہ کے اندر جمع ہونے لگے۔

ابھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیار یوں ہی میں مصروف تھے کہ منافقین نے وقت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سوچا کہ مسجد ”قبا“ کے مقابلہ میں اس حیلہ سے ایک مسجد تیار کریں کہ جو لوگ کسی عذر کی وجہ سے مسجد نبوی میں نہ جاسکیں وہ لوگ یہاں نماز پڑھ لیا کریں اور منافقوں کا خاص مقصد یہ تھا کہ اس مسجد کو اسلام کی تخریب کاری کے لئے اڈہ بنا کر اور اس میں جمع ہو کر اسلام کے خلاف سازشیں کرتے اور اسکیمیں بناتے رہیں اور شاہِ روم کی خفیہ امدادوں اور اسلحہ وغیرہ کے ذخیروں کا اس مسجد کو مرکز بنائیں اور یہیں سے اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں کا جال پورے عالم اسلام میں بچھاتے رہیں۔ یہ سوچ کر منافقین خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم لوگوں نے ضعیفوں اور کمزوروں کے لئے قریب میں ہی ایک مسجد بنائی ہے اب ہماری تمنا ہے کہ حضور وہاں چل کر اس میں نماز پڑھ دیں تو وہ مسجد عند اللہ مقبول ہو جائے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تو میں ایک بہت ہی اہم جہاد کے لئے مدینہ سے باہر جا رہا ہوں، واپسی پر دیکھا جائے گا۔

مگر جب آپ بخیریت اور فتح و کامرانی کے ساتھ مدینہ واپس تشریف لائے تو وحی الہی کے ذریعہ اس مسجد کی تعمیر کا حقیقی سبب آپ کو معلوم ہو چکا تھا اور منافقین کی خفیہ اور خطرناک سازش بے نقاب ہو چکی تھی۔ چنانچہ آپ نے مدینہ منورہ پہنچتے ہی سب سے پہلے یہ کام کیا کہ صحابہ کرام

علیہم الرضوان کی ایک جماعت کو یہ حکم دے کر وہاں بھیجا کہ وہ وہاں جائیں اور اس مسجد کو آگ لگا کر خاک سیاہ کر دیں۔

چونکہ اس مسجد کی بنیاد حقیقتاً تقویٰ اور للہیت کی جگہ تفریق بین المسلمین اور تخریب اسلام پر رکھی گئی تھی اس لئے بلاشبہ وہ اس کی مستحق تھی کہ اس کو جلا کر برباد کر دیا جائے اور درحقیقت اس تخریب کاری کے اذہ کو مسجد کہنا حقیقت کے خلاف تھا اس لئے قرآن مجید نے اس حقیقت حال کو ظاہر کرتے ہوئے اعلان فرمادیا کہ یہ مسجد تقویٰ نہیں بلکہ ”مسجد ضرار“ کہلانے کی مستحق ہے ملاحظہ فرمائیے اس مسجد کے بارے میں قرآن مجید کے غضب ناک تیور اور پر جلال الفاظ:

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضَرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ  
وَارْصَادًا لِّلْمَن حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلُقَنَّ اِنْ اُرَادْنَا  
اِلَّا الْحُسْنٰی ۚ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ۚ  
لَسَجْدًا اُسِّسَ عَلٰی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ۚ  
فِيْهِ رَجَالٌ يُّجِبُوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۗ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِيْنَ ﴿١٠٨﴾

(پ ۱۱، التوبة: ۱۰۷ - ۱۰۸)

**ترجمہ کنزالایمان:**۔ اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو اور اس کے انتظار میں جو پہلے سے اللہ اور اس کے رسول کا مخالف ہے اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے ہم نے تو بھلائی چاہی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بیشک جھوٹے ہیں اس مسجد میں تم کبھی کھڑے نہ ہونا بیشک وہ مسجد کہ پہلے ہی دن سے جس کی بنیاد پر ہیز گاری پر رکھی گئی ہے وہ اس قابل ہے کہ تم اس میں کھڑے ہو اس میں وہ لوگ ہیں کہ خوب ستھرا ہونا چاہتے ہیں اور ستھرے اللہ کو پیارے ہیں۔

**درس ہدایت:**۔ ایک ہی عمل، عمل کرنے والے کی نیت کے فرق سے اچھا بھی ہو سکتا ہے

اور برا بھی، طیب بھی بن سکتا ہے اور خبیث بھی۔

مسجد کی تعمیر ایک عمل خیر ہے مگر جب ”لوجه اللہ“ کی نیت ہو تو ثواب ہی ثواب ہے اور اگر ”شروفساد“ کی نیت ہو تو عذاب ہی عذاب ہے۔ مسجد قبا اور مسجد نبوی کی تعمیر مقبول بارگاہِ الہی اور باعثِ ثواب ہوئی۔ کیونکہ ان دونوں مسجدوں کے بنانے والوں کی نیت خدا کی رضا اور ان دونوں مسجدوں کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی اور منافقوں کی بنائی ہوئی مسجد مردود بارگاہِ الہی ہو گئی اور سراسر باعثِ عذاب بن گئی کیونکہ اس مسجد کو تعمیر کرنے والوں کی نیت رضائے الہی نہیں تھی اور اس مسجد کی بنیاد تقویٰ پر نہیں رکھی گئی تھی بلکہ ان لوگوں کی غرض فاسد تخریبِ اسلام اور تفریقِ بین المسلمین تھی، تو یہ مسجد قطعاً غیر مقبول ہو گئی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مسجد میں قدم رکھنے کی بھی ممانعت فرمادی اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مسجد کو نہ صرف ویران فرمادیا بلکہ اس کو جلا کر نیست و نابود کر ڈالا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس زمانے میں بھی اگر کسی مسجد کو گمراہ فرقوں والے اہل حق کے خلاف کمین گاہ اور جاسوسی کا مرکز بنا کر اہل حق کے خلاف فتنہ پردازیاں کرنے لگیں تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس مسجد میں نماز کے لئے نہ جائیں بلکہ اس کا بائیکاٹ کر کے اس کو ویران کر دیں۔ اور ہرگز ہرگز نہ اس مسجد میں نماز پڑھیں، نہ اس کی تعمیر و آبادکاری میں کوئی امداد و تعاون کریں۔

یا پھر تمام مسلمان مل کر گمراہ فرقوں کو اس مسجد سے بے دخل کر دیں اور اس مسجد کو اپنے قبضے میں لے کر گمراہ کا تسلط ختم کر دیں تاکہ ان لوگوں کے شر و فساد اور فتنہ انگیزیوں سے مسجد ہمیشہ کے لئے پاک ہو جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

## ﴿۲۳﴾ فرعون کا ایمان مقبول نہیں ہوا

فرعون جب اپنے لشکروں کے ساتھ دریا میں غرق ہونے لگا تو ڈوبتے وقت تین مرتبہ اس نے اپنے ایمان کا اعلان کیا مگر اس کا ایمان مقبول نہیں ہوا اور وہ کفر ہی کی حالت میں مرا۔ لہذا بعض لوگوں نے جو یہ کہا ہے کہ فرعون مومن ہو کر مرا، ان کا قول قابل اعتبار نہیں ہے۔

(تفسیر صاوی، ج ۳، ص ۸۹۱، پ ۱۱، یونس: ۹۰)

ڈوبتے وقت ایک مرتبہ فرعون نے ”اٰمَنْتُ“ کہا یعنی میں ایمان لایا۔ دوسری مرتبہ اِنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَلْزِيْ اٰمَنْتُ بِهٖ بَنُوْا اِسْرَآءِیْلَ کہا یعنی اس اللہ کے سوا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے دوسرا کوئی خدا نہیں ہے اور تیسری بار یہ کہا کہ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ یعنی میں مسلمان ہوں۔ (پ ۱۱، یونس: ۹۰)

روایت ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرعون کے منہ میں خداوند تعالیٰ کے حکم سے کیچڑ بھردی اور وہ اچھی طرح کلمہ ایمان ادا نہیں کر سکا۔

(تفسیر جلالین، ص ۱۷۸، پ ۱۱، یونس: ۹۰)

یہ بھی ایک حکایت منقول ہے کہ جب فرعون تخت سلطنت پر بیٹھ کر خدائی کا دعویٰ کرتا تھا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام آدمی کی شکل میں اس کے پاس یہ فتویٰ طلب کرنے کے لئے تشریف لے گئے کہ کیا فرماتے ہیں بادشاہ اس غلام کے بارے میں جو اپنے مولیٰ کے دیئے ہوئے مال اور اس کی نعمتوں میں پلا بڑھا پھر اس نے اپنے مولیٰ کی ناشکری کی اور اس کے حقوق کا انکار کرتے ہوئے خود اپنی سیادت کا اعلان کر دیا بلکہ خدائی کا دعویٰ کرنے لگا تو فرعون نے اس کا جواب یہ لکھا کہ ایسا غلام جو اپنے مولیٰ کی ناشکری کر کے اپنے مولیٰ کا باغی ہو گیا اس کی سزا یہی ہے کہ وہ دریا میں غرق کر دیا جائے چنانچہ جب ڈوبتے وقت فرعون پر موت کا غرغره سوار ہو گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرعون کا وہ دستخطی فتویٰ اس کو دکھایا اس کے بعد فرعون مر گیا۔



(تفسیر صاوی، ج ۳، ص ۸۹۱، پ ۱۱، یونس: ۹۰)

اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

وَجُودُ نَابِئِنِّیْ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُودُ لَا بُغْیَا وَ  
عَدُوًّا حَتّٰی اِذَا اَدْرَاکُهُ الْعَرَقُ قَالَ اٰمَنْتُ اِنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْ  
اٰمَنْتُ بِهِ بُنُوْا اِسْرَآءِیْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝۱۰ اَللّٰنْ وَقَدْ عَصِیْتَ  
قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ۝۱۱ فَاَلِیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِسُنِّ  
خَلْقِ اٰیَةٍ ۝۱۲ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیَاتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ۝۱۳

(پ ۱۱، یونس ۹۰ - ۹۲)

ترجمہ کنزالایمان:۔ اور ہم بنی اسرائیل کو دریا پار لے گئے تو فرعون اور اس کے لشکروں نے ان کا پیچھا کیا سرکشی اور ظلم سے یہاں تک کہ جب اسے ڈوبنے نے آیا بولا میں ایمان لایا کہ کوئی سچا معبود نہیں سوا اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں مسلمان ہوں کیا اب اور پہلے سے نافرمان رہا اور تو فساد ہی تھا آج ہم تیری لاش کو اترادیں گے کہ تو اپنے پچھلوں کے لئے نشانی ہو اور بیشک لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں۔

فرعون کے غرق ہو جانے کے بعد بھی بنی اسرائیل پر اس کی ہیبت کا اس درجہ دبدبہ چھایا ہوا تھا کہ لوگوں کو فرعون کی موت میں شک و شبہ ہونے لگا تو اللہ تعالیٰ نے فرعون کی لاش کو خشکی پر پہنچا دیا اور دریا کی موجوں نے اس کی لاش کو ساحل پر ڈال دیا تاکہ لوگ اس کو دیکھ کر اس کی موت کا یقین بھی کر لیں اور اس کے انجام سے عبرت بھی حاصل کریں۔

مشہور ہے کہ اس کے بعد ہی سے پانی نے لاشوں کو قبول کرنا چھوڑ دیا اور ہمیشہ پانی لاشوں کو اوپر تیراتا رہتا ہے یا کنارے پر پھینک دیتا ہے۔

(تفسیر صاوی، ج ۳، ص ۸۹۲، پ ۱۱، یونس: ۹۲)

**درسِ ہدایت:** فرعون نے باوجودیکہ تین مرتبہ اپنے ایمان کا اعلان کیا مگر اس کا ایمان پھر بھی مقبول نہیں ہوا اس کی کیا وجہ ہے؟ تو اس کے بارے میں مفسرین نے تین وجہیں بیان فرمائیں ہیں:

﴿اول﴾ یہ کہ فرعون نے اپنے ایمان کا اقرار اس وقت کیا جب عذابِ الہی اس کے سر پر مسلط ہو گیا اور موت کا غرغره اس پر طاری ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ  
**فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاسًا** (پ ۲۴، المؤمن: ۸۵)  
 یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ دستور ہے کہ جب کسی قوم پر عذاب آجاتا ہے تو اس وقت ان کا ایمان لانا ان کو کچھ بھی نفع نہیں پہنچاتا۔

چونکہ فرعون، عذاب آجانے کے بعد، جب موت کا غرغره سوار ہو گیا، اس وقت ایمان لایا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرعون کے ایمان کو قبول نہیں فرمایا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ اس کے منہ میں کیچڑ بھر دیں اور یہ کہہ دیں کہ اب تو ایمان لایا ہے حالانکہ اس سے پہلے تو ہمیشہ ایمان لانے سے انکار کرتا رہا اور لوگوں کو گمراہ کر کے فساد پھیلاتا رہا۔

﴿دوم﴾ دوسرا قول یہ ہے کہ خدا کی توحید کے ساتھ رسول کی رسالت پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور فرعون نے **لَا اِلَهَ اِلَّا اَلَّذِيْ اٰمَنْتُ بِهِ بَنُوْا اِسْرَآءِیْلَ** (پ ۱۱، یونس: ۹۰) کہا یعنی صرف خدا کی وحدانیت کا اقرار کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان نہیں لایا۔ اس لئے وہ مومن نہ ہو سکا۔

﴿سوم﴾ تیسرا قول یہ ہے کہ فرعون نے ایمان لانے کے قصد سے کلمہ ایمان کا تلفظ نہیں کیا تھا بلکہ صرف غرق سے بچنے کے لئے یہ کلمہ کہا تھا جیسا کہ اس کی عادت تھی کہ ہر مصیبت اور عذاب نازل ہونے کے وقت وہ گڑگڑا کر خدا کی طرف رجوع کرتا تھا۔ لیکن مصیبت ٹل جانے کے بعد پھر **اَنَا نَاسٌ بِكُمْ اِلَّا عَلٰی** (پ ۲۳، السنزعت: ۲۴) کہہ کر اپنی خدائی کا ڈنکا بجایا۔

کرنا تھا۔

معلوم ہوا کہ صرف کلمہ اسلام کا تلفظ جب کہ ایمان لانے کی نیت نہ ہو بلکہ جان بچانے کے لئے کہا ہو، ایمان کے لئے کافی نہیں ہے۔ لہذا فرعون کا ایمان مقبول نہیں ہوا اور صحیح قول یہی ہے کہ فرعون کفر ہی کی حالت میں غرق ہو کر مرا۔ اس پر قرآن مجید کی آیتیں اور حدیثیں شاہدِ عدل ہیں۔ اسی لئے علامہ صاوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا کہ جن لوگوں نے یہ کہا کہ فرعون مومن ہو کر مرا، ان لوگوں کا قول قابلِ اعتبار نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

### ﴿۲۴﴾ نوح علیہ السلام کی کشتی

حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک اپنی قوم کو خدا کا پیغام سناتے رہے مگر ان کی بدنصیب قوم ایمان نہیں لائی بلکہ طرح طرح سے آپ کی تحقیر و تذلیل کرتی رہی اور قسم قسم کی اذیتوں اور تکلیفوں سے آپ کو ستاتی رہی یہاں تک کہ کئی بار ان ظالموں نے آپ کو اس قدر زد و کوب کیا کہ آپ کو مردہ خیال کر کے کپڑوں میں لپیٹ کر مکان میں ڈال دیا۔ مگر آپ پھر مکان سے نکل کر دین کی تبلیغ فرمانے لگے۔ اسی طرح بارہا آپ کا گلا گھونٹتے رہے یہاں تک کہ آپ کا دم گھٹنے لگا اور آپ بے ہوش ہو جاتے مگر ان ایذاؤں اور مصیبتوں پر بھی آپ یہی دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے میرے پروردگار! تو میری قوم کو بخش دے اور ہدایت عطا فرما۔ کیونکہ یہ مجھ کو نہیں جانتے ہیں۔

اور قوم کا یہ حال تھا کہ ہر بوڑھا باپ اپنے بچوں کو یہ وصیت کر کے مرتا تھا کہ نوح (علیہ السلام) بہت پرانے پاگل ہیں اس لئے کوئی ان کی باتوں کو نہ سنے اور نہ ان کی باتوں پر دھیان دے، یہاں تک کہ ایک دن یہ وحی نازل ہو گئی کہ اے نوح! اب تک جو لوگ مومن ہو چکے ہیں ان کے سوا اور دوسرے لوگ کبھی ہرگز ہرگز ایمان نہیں لائیں گے۔ اس کے بعد آپ اپنی قوم کے ایمان لانے سے ناامید ہو گئے۔ اور آپ نے اس قوم کی ہلاکت کے لئے

دعا فرمادی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا کہ آپ ایک کشتی تیار کریں چنانچہ ایک سو برس میں آپ کے لگائے ہوئے ساگوں کے درخت تیار ہو گئے اور آپ نے ان درختوں کی لکڑیوں سے ایک کشتی بنائی جو ۸۰ گز لمبی اور ۵۰ گز چوڑی تھی اور اس میں تین درجے تھے، نچلے طبقے میں درندے، پرندے اور حشرات الارض وغیرہ اور درمیانی طبقے میں چوپائے وغیرہ جانوروں کے لئے اور بالائی طبقے میں خود اور مومنین کے لئے جگہ بنائی۔ اس طرح یہ شاندار کشتی آپ نے بنائی اور ایک سو برس کی مدت میں یہ تاریخی کشتی بن کر تیار ہوئی جو آپ کی اور مومنوں کی محنت اور کاریگری کا ثمرہ تھی۔ جنہوں نے بے پناہ محنت کر کے یہ کشتی بنائی تھی۔

جب آپ کشتی بنانے میں مصروف تھے تو آپ کی قوم آپ کا مذاق اڑاتی تھی۔ کوئی کہتا کہ اے نوح! اب تم بوڑھی بن گئے؟ حالانکہ پہلے تم کہا کرتے تھے کہ میں خدا کا نبی ہوں۔ کوئی کہتا اے نوح! اس خشک زمین میں تم کشتی کیوں بنا رہے ہو؟ کیا تمہاری عقل ماری گئی ہے؟ غرض طرح طرح کا تمسخر و استہزاء کرتے اور قسم قسم کی طعنہ بازیاں اور بدزبانیاں کرتے رہتے تھے اور آپ ان کے جواب میں یہی فرماتے تھے کہ آج تم ہم سے مذاق کرتے ہو لیکن مت گھبراؤ جب خدا کا عذاب بصورتِ طوفان آجائے گا تو ہم تمہارا مذاق اڑائیں گے۔

جب طوفان آ گیا تو آپ نے کشتی میں درندوں، چرندوں اور پرندوں اور قسم قسم کے حشرات الارض کا ایک ایک جوڑا زودادہ سوار کرا دیا اور خود آپ اور آپ کے بیٹوں فرزند یعنی حام، سام اور یافث اور ان بیٹیوں کی بیویاں اور آپ کی مومنہ بیوی اور ۷۲ مومنین مرد و عورت کل ۸۰ انسان کشتی میں سوار ہو گئے اور آپ کی ایک بیوی ”واعلہ“ جو کافرہ تھی، اور آپ کا ایک لڑکا جس کا نام ”کنعان“ تھا، یہ دونوں کشتی میں سوار نہیں ہوئے اور طوفان میں غرق ہو گئے۔

روایت ہے کہ جب سانپ اور بچھو کشتی میں سوار ہونے لگے تو آپ نے ان دونوں کو روک

دیا۔ تو ان دونوں نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! آپ ہم دونوں کو سوار کر لیجئے۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ جو شخص **سَلَّمَ عَلٰی نُوحٍ فِي الْعَلَمَيْنِ** ﴿۳۹﴾ پڑھ لے گا ہم دونوں اس کو ضرر نہیں پہنچائیں گے تو آپ نے ان دونوں کو بھی کشتی میں بٹھالیا۔

طوفان میں کشتی والوں کے سوا ساری قوم اور کل مخلوق غرق ہو کر ہلاک ہو گئی اور آپ کی کشتی ”جودی پہاڑ“ پر جا کر ٹھہر گئی اور طوفان ختم ہونے کے بعد آپ مع کشتی والوں کے زمین پر اتر پڑے اور آپ کی نسل میں بے پناہ برکت ہوئی کہ آپ کی اولاد تمام روئے زمین پر پھیل کر آباد ہو گئی اسی لئے آپ کا لقب ”آدم ثانی“ ہے۔ (تفسیر صاوی، پ ۱۲، ہود: ۳۶-۳۹)

قرآن مجید میں خداوند (عز وجل) نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ  
**وَاَوْحِيَ اِلٰی نُوحٍ اَنْهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُوْنَ** ﴿۳۹﴾ **وَاصْنَعِ الْفُلَکَ بِاَعْيُنِنَا وَوْحٰیْنَا وَلَا تُخَاطِبُنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّعٰزِفُوْنَ** ﴿۴۰﴾ **وَيَصْنَعِ الْفُلَکَ ۚ وَكَلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلٰٓئِکَتُنَا مِنْ قَوْمٍ سَخِرُوْا مِنْهُ ۖ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ کَمَا تَسْخَرُوْنَ** ﴿۴۱﴾ **فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ اَمِنْ یَّاتِیْهِ عَذَابٌ یُّخْزِیْهِ وَیَجْلُ عَلَیْهِ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ** ﴿۴۲﴾ (پ ۱۲، ہود: ۳۶-۳۹)

ترجمہ کنز الایمان:۔ اور نوح کو وحی ہوئی کہ تمہاری قوم سے مسلمان نہ ہوں گے مگر جتنے ایمان لا چکے تو غم نہ کھا اس پر جو وہ کرتے ہیں اور کشتی بنا ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرنا وہ ضرور ڈوبائے جائیں گے اور نوح کشتی بناتا ہے اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے اس پر ہنستے بولا اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ایک وقت ہم تم پر ہنسیں گے جیسا تم ہنستے ہو تو اب جان جاؤ گے کس پر آتا ہے وہ عذاب کہ اسے رسوا کرے اور اترتا ہے وہ عذاب جو ہمیشہ رہے۔

## ﴿۲۵﴾ طوفان برپا کرنے والا تنور

یوں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو دو سو برس پہلے ہی بذریعہ وحی مطلع کر دیا تھا کہ آپ کی قوم طوفان میں غرق کر دی جائے گی۔ مگر طوفان آنے کی نشانی یہ مقرر فرمادی تھی کہ آپ کے گھر کے تنور سے پانی ابلنا شروع ہوگا۔ چنانچہ پتھر کے اس تنور سے ایک دن صبح کے وقت پانی ابلنا شروع ہو گیا اور آپ نے کشتی پر جانوروں اور انسانوں کو سوار کرانا شروع کر دیا پھر زوردار بارش ہونے لگی جو مسلسل چالیس دن اور چالیس رات موسلا دھار برستی رہی اور زمین بھی جابجا شق ہو گئی اور پانی کے چشمے پھوٹ کر بہنے لگے۔ اس طرح بارش اور زمین سے نکلنے والے پانیوں سے ایسا طوفان آ گیا کہ چالیس چالیس گز اونچے پہاڑوں کی چوٹیاں ڈوب گئیں۔

چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے کہ

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التُّنُورُ ۖ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ  
اثنَيْنِ وَ أَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ ۚ وَمَا آمَنَ مَعَهُ  
إِلَّا قَلِيلٌ ﴿۴۰﴾ (پ ۱۲، ہود: ۴۰)

ترجمہ کنزالایمان:۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آیا اور تنور ابلنا ہم نے فرمایا کشتی میں سوار کر لے ہر جنس میں سے ایک جوڑا نر و مادہ اور جن پر بات پڑ چکی ہے ان کے سوا اپنے گھر والوں اور باقی مسلمانوں کو اور اس کے ساتھ مسلمان نہ تھے مگر تھوڑے۔

اور آسمان وزمین کے پانی کی فراوانی اور طغیانی کا بیان فرماتے ہوئے ارشادِ ربانی ہوا کہ  
فَقَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُنْهَمِرٍ ۖ وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى  
الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدِيرٍ ﴿۲۷﴾ (پ ۲۷، القمر: ۱۱، ۱۲)

ترجمہ کنزالایمان:۔ تو ہم نے آسمان کے دروازے کھول دیئے زور کے بہتے پانی سے اور زمین چشمے کر کے بہا دی تو دونوں پانی مل گئے اس مقدار پر جو مقدر تھی۔